فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کا تعارف

مفتی محمد طارق محمود

لاہور

درسِ نظامی کے نصاب میں کچھ کتابیں ایسی ہیں جنہیں علمی قابلیت پیدا کرنے میں خاص دخل ہے۔ ان میں ہدایہ سرفہرست ہے، حتیٰ کہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میرے خیال میں مولوی وہ ہے جس میں اس قدر استعداد ہو کہ ہدایہ کی چاروں جلدوں میں جو جگہ اس کو بتلائی جائے، اس کو حل کر کے سمجھا اور پڑھا سکے۔'' (البلاغ: 2/1090، خصوصی اشاعت) تاہم ہدایہ کو بصیرت اور اِتقان سے پڑھنے پڑھانے کے لیے کتاب کا مفصل تعارف ضروری ہے، اس لیے ہدایہ کے مقدمة الکتاب کے طور پر یہ مضمون پیشِ خدمت ہے۔ اس کے ذیلی موضوعات کی فہرست یہ ہے: 1۔ ہدایہ کی نصابی اہمیت۔ 2۔ ہدایہ کے تعارف پر لکھے گئے کچھ رسائل۔ 3۔ حالات مصنف۔ 4۔ عاداتِ مصنف۔ 5۔ کتاب کے نسخے۔ 6۔ شروح وحواشی وتخریجات۔ 7۔ ہدایہ میں حدیث کا حوالہ اور سند کیوں نہیں؟ 8۔ ہدایہ پڑھانے کا طریقہ۔ 9۔ ہدایہ کا امتحان لینے کا طریقہ۔ 10۔ ہدایہ اور بدائع الصنائع کا تقابل۔

❶ ۔ ہدایہ کی نصابی اہمیت

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ہدایہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس کتاب کو اگر درسِ نظامی کا حاصل اور علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، لہٰذا استاذ کو اسی اہمیت کے ساتھ اسے پڑھانا چاہیے۔ کتاب کا مقصد یہ ہے کہ طالب علم کو مسائل کے ساتھ ان کے نقلی اور عقلی دلائل اور فقہاء کے مدارکِ استنباط سے واقفیت ہو۔''

(درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟ ص: 38)

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''غور کیا جائے تو تعلیم کی غرض یہی دو باتیں ہوسکتی ہیں، یعنی آدمی خود سوچنے لگے اور دوسروں کی

(یعنی) یہ اس لیے کہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔ (قرآن مجید)

سوچی ہوئی باتیں سمجھنے لگے۔ اصولِ فقہ کی کتاب بزدوی، فقہ کی کتاب ہدایہ اور تفسیر کی کتاب کشاف درس میں ان ہی دونوں اغراض کے لیے رکھی گئی تھیں۔ ہدایہ کی یہ خوبی نہیں کہ اس میں فقہ کے تمام مسائل آ گئے ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحرِ ذخار کا سمانا مشکل کیا ناممکن ہے، لیکن دماغ کی جتنی ورزش اس کی عجیب وغریب سہلِ ممتنع عبارتوں سے ہوجاتی ہے، میں نہیں جانتا کہ اس مقصد کے لیے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے، اس لیے شاعر کا بیان مبالغہ نہیں کہ ہدایہ کے پڑھنے والے کجراہی اور غلط روی کا شکار نہیں ہوسکتے۔ خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کا صحیح مطلب سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کرسکتی ہے، عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔'' (نظامِ تعلیم وتربیت: 1/313، 314ب، تلخیص)

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہدایہ صحیح طرح پڑھنے سے جو تحقیق وتدقیق کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، اس کا کوئی متبادل نہیں، اور دوسرے حضرت نے ہدایہ کی عبارت کو سہلِ ممتنع کہا ہے، یہ ادب کی ایک اصطلاح ہے، اس کے معنی ہیں آسان الفاظ میں ایسے لطیف معنی ادا کردینا جنہیں اس طرح ادا کرنا بہت مشکل ہو۔ اردو میں مومن خاں مومن کا یہ شعر سہل ممتنع کی بہترین مثال ہے:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''اکبر حسین صاحب جج اور ناظر حسن صاحب رامپوری وکیل کی قابلیت جو حکام میں بھی مسلم تھی، وہ عربی ہی کی بدولت تھی، چنانچہ وکیل صاحب نے خود کہا کہ یہ جو وکالت میں میری نظر ایسی رسا ہے، یہ محض ہدایہ پڑھنے کی برکت ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت: 10/73)

❷ - ہدایہ کے تعارف پر لکھے گئے چند رسائل

1-5: خمس رسائل على كتاب الهداية

یہ پانچ رسائل کا مجموعہ ہے۔ اس میں عمادی کا ''العقد الثمين في ترجمة صاحب الهداية''، حمزاوی کا ''مصباح الدراية في اصطلاح الهداية''، لکھنوی کا ''عادات الإمام المرغيناني'' اور ''المسامحات''، اور مطیعی کا ''بغية أهل الدراية من ختم كتاب الهداية'' شامل ہے۔

6: المدخل إلى كتاب الهداية

اس مجموعے میں مذکورہ پانچ رسائل کے علاوہ سندی کا ''مهذب الهداية'' اور سلہٹی کا ''مباحث

عن الإمام المرغيناني وكتابه الهداية'' شامل ہے۔

7: ماينبغي به العناية لمن يطالع الهداية

جامعہ بنوری ٹاؤن سے تخصص فی الفقہ کا مقالہ ہے۔ اس میں ان امور سے بحث کی گئی ہے جو مولانا لکھنوی اور مولانا سنبھلی کے مقدماتِ ہدایہ میں نہیں ہیں۔

8: دکتور سائد بکداش کی ہدایہ پر تحقیق کا مقدمہ۔

9: ہدایہ اور صاحب ہدایہ: مولانا عبدالقیوم حقانی۔

10: آپ ہدایہ کیسے پڑھیں؟: مفتی ابولبابہ شاہ منصور

❸ - حالاتِ مصنف

برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر صدیقی فرغانی مرغینانی رِشدانی نام ہے۔ زمانہ 511-593ھ ہے۔ فرغانہ ماوراء النہر میں ہے۔ یہ جگہ اس وقت وسط ایشیا کے ملک ازبکستان میں ہے۔ مرغینان فرغانہ کے مشہور شہروں میں سے ہے اور رشدان مرغینان کی ایک بستی ہے۔ (مقدمہ سائد بکداش: 1/16)

امام مرغینانیؒ کو بعض نے اصحاب الترجیح میں، بعض نے اصحاب التخریج میں اور بعض نے مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا ہے۔ مولانا لکھنوی کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ (تقدمة البنوري على نصب الراية: ص:14)

تصانیف میں الزیادات، شرح الجامع الکبیر، التجنیس والمزید وغیرہ شامل ہیں۔

ذہبیؒ ان کے حالات میں فرماتے ہیں:

''العلامة عالم ماوراء النهر. . . . . لم تبلغنا من أخباره وكان من أوعية العلم رحمه الله. '' (سیر اعلام النبلاء: 21/232)

علامہ ماوراء النہر کے عالم..... ہمیں ان کے حالات (کی تفصیل) معلوم نہیں، (البتہ اتنا ہے کہ) علم کے ظروف میں سے تھے۔ قرشی کہتے ہیں:

''أقر له أهل مصر بالفضل والتقدم. . . . تفقه على جماعة. . . . فاق شيوخه وأقرانه وأذعنوا له كلهم. . . وتفقه عليه الجم الغفير. ''(الجواهر المضية: 1/383)

''اہلِ مصر نے ان کے کمال اور برتری کا اعتراف کیا ہے۔ ... ایک جماعت سے فقہ (کی مہارت لی)۔ ... اپنے اساتذہ اور ہم جماعتوں سے آگے نکل گئے اور ان سب نے ان کی برتری تسلیم کی ہے۔... بہت بڑی جماعت نے ان سے فقہ (کی مہارت) لی ہے۔''

یہاں امام مرغینانیؒ کے کمال کی چاروں دلیلیں آ گئیں۔ باکمال اساتذہ اور تلامذہ کی کثرت، اساتذہ اور اہل زمانہ کا اعتراف۔

کفویؒ کہتے ہیں:

''كان إمامًا فقيهًا حافظًا محدثًا مفسرًا جامعًا للعلوم ضابطًا للفنون متقنًا محققًا نظارًا مدققًا زاهدًا ورعًا بارعًا متورعًا فاضلًا ماهرًا فائقًا ماهرًا أصوليًا أديبًا شاعرًا لم تر العيون مثلهُ في عصرهِ في العلم والأدب.''

''وہ امام، فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، علوم کے جامع، فنون کے ماہر، متقن، محقق، مناظر، باریک بین، زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل، ماہر، فائق، ماہر اصولی، ادیب و شاعر تھے۔ آنکھوں نے ان کے زمانے میں علم و ادب میں ان جیسا نہیں دیکھا۔'' (كتائب أعلام الأخيار، ص:220، مخطوط)

حضرت کشمیریؒ فرماتے ہیں:

'' لايدرك شأو صاحب الهداية في فقهه ألف فقيه مثل صاحب الدر المختار. فإن صاحب الهداية فقيه النفس، علمه علم الصدر، وعلم صاحب الدر المختار علم الصحف والأسفار وأن البون بينهما لبعيد.''

(تقدمة البنوري على نصب الراية، ص:14)

''صاحب درِمختار جیسے ہزار فقیہ بھی صاحب ہدایہ کے درجے کو نہیں پہنچتے، کیونکہ صاحب ہدایہ فقیہ النفس ہیں اور ان کا علم سینے کا علم ہے۔ صاحب درِمختار کا علم کتابی ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔''

❹ - عاداتِ مصنف

1 - ہدایہ شرح ہے، اس کے متن کا نام ''بداية المبتدي'' ہے۔ متن میں جامع اور مختصر الفاظ میں اس علم کے مقاصد اور مسائل جمع کیے جاتے ہیں۔ متن گویا پورے علم کا خلاصہ ہوتا ہے۔ متن کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مبتدی طلبہ کے لیے درسی کتاب بن جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس علم کی تفصیل سے پہلے اجمال سامنے آتا ہے۔ اجمال کے بعد تفصیل زیادہ آسان اور مؤثر ہوتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ متن کے ذریعے مطولات میں مسائل تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور مظانِ مسئلہ کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجوہ ہیں کہ متن کے الفاظ بڑے نپے تلے اور جامع ہوتے ہیں۔ متن ماہرِ فن امام کی ذہنی کاوش کا نچوڑ ہوتا ہے۔ متن کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آدمی اس کے ذریعے شروحات و فتاویٰ میں جزئیات تلاش کر کے فتاویٰ کے

جوابات لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متن نگاری کرنے والے ائمہ فقہاء کو جزائے خیر دے کہ ہمارے لیے مطولات میں پہنچنے کا راستہ بہت آسان کر دیا۔ متن میں اصل یہی ہے کہ مفتی بہ اور راجح قول پر اکتفا کیا جائے۔ مولانا ابوالوفاء افغانی نے مختصر الطحاوي کے مقدمۂ تحقیق میں فقہ حنفی کے مشہور مختصرات کا ترتیب وار ذکر کیا ہے۔ یہ بطور تمہید متون ومختصرات کے منہج اور منزلت کا بیان ہوا۔ تاہم مطولات کے بالاستیعاب مطالعے کی ضرورت اپنی جگہ ہے۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' لايجوز لأحد أن يفتي مالم يطالع البحر أو رد المحتار بأسره أو كتابًا مبسوطًا آخر من مبسوطات الفقه الحنفي، نعم صدق من قال : لاتقعن البحر إلا سابحا.'' (تراجم ستة من فقهاء العالم الإسلامي ، ص:39)

''کسی کے لیے اس وقت تک فتویٰ دینا جائز نہیں جب تک بحر یا رد المحتار یا فقہ حنفی کی کسی اور مبسوط کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کرلے۔ ہاں! یہ بات درست ہے کہ بحر میں تیراک ہو کر ہی جانا (یعنی اس سے صحیح طرح استفادہ کرنا سیکھ کر ہی مطالعہ کرنا)۔''

اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم تخصص میں اہم نکات کے ضبط کے ساتھ کسی ایک مبسوط کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرانا ضروری ہے۔

2۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' ليس في أسفار مذاهب الأربعة كتاب بمثابة الهداية في تلخيص كلام القوم، وحسن تعبيره الرائق والجمع للمهمات في تفقه نفس بكلمات كلها درر وغرر.'' (تقدمة البنوري على نصب الراية،ص:14)

''مذاہبِ اربعہ کی کتابوں میں کوئی کتاب ہدایہ جیسی نہیں، فقہاء کے کلام کی تلخیص اور حسن تعبیر اور مہمات کو جمع کرنے میں تفقہ نفس کے ساتھ ایسے کلمات میں جو سارے قیمتی موتی ہیں۔ ہدایہ سے پہلے چار صدیوں کا فقہی ذخیرہ موجود تھا۔ امام مرغینانیؒ نے مختصر جملوں میں اس کا نچوڑ نکال دیا۔''

حضرت کشمیریؒ نے فرمایا:

''مجھ سے ایک عالم نے پوچھا کہ آپ فتح القدیر جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! پھر پوچھا: ہدایہ جیسی؟ تو میں نے کہا: چھ سطر بھی نہیں۔'' (بینات: ص55، رجب 1440ھ)

باغ و بہار کے بیان میں فصاحت و بلاغت تو سب لاتے ہیں، مگر قانون جیسے سنگلاخ مضمون کے بیان میں ادبی چاشنی لانا بڑے کمال کی بات ہے۔

3-ہدایہ کے شارح شریف جلال الدین Vفرماتے ہیں:

''ثم إنهٗ وإن كان شرحًا للبداية كاشفًا لمشكلاته موضحًا لمعضلاته إلا أن فيه غوامض أسرار محتجبة وراء الأستار لا يكشف عنها من نحار ير العلماء إلا من أوتى كمال التيقظ في التحقيق.'' (مقدمۃ سائد بکداش:1/38)

''پھر ہدایہ اگرچہ ہدایہ کی شرح ہے جو اس کی مشکلات کو کھولتی ہے، اور اس کی پیچیدگیوں کو دور کرتی ہے (اس حیثیت سے اسے آسان ہونا چاہیے تھا، کیونکہ خود شرح ہے)، لیکن اس میں پردوں کے پیچھے چھپے ہوئے ایسے گہرے راز ہیں کہ جنہیں علمائے محققین میں سے بھی وہی کھول سکتے ہیں جو تحقیق میں انتہائی چوکس ہوں۔''

ہدایہ کے شارح قوام الدین کاکیؒ فرماتے ہیں:

'' كتاب جامع لكل ما أمكن جمعهٗ في هٰذا الفن من فنون الدراية وعيون الرواية بحيث لا يعرف إلا بعد تجريد فكر وتدقيق نظر. وقد شرحه الشارحون واشتغل بتدر يسه المشائخ المحققون.'' (مصدر سابق)

''ہدایہ ایسی جامع کتاب ہے جس میں وہ ساری چیزیں جمع ہیں جو اس فن میں آسکتی ہیں، یعنی قوی دلائل اور راجح اقوال، اس طرح کہ فکر کو خالی کرنے اور نظر کو گہرا کرنے سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ شارحین نے اس کی شرح لکھی ہے اور مشائخ محققین اس کی تدریس میں مشغول ہوئے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ہدایہ شرح ہونے کے باوجود بہت دقیق اور غامض ہے۔

4-ہدایہ میں عقلی دلیل بیان کرنے کا اہتمام سمعی دلیل سے نسبتاً زیادہ ہے، چنانچہ بسا اوقات دلیل سمعی کو بیان نہیں کرتے اور بعض دفعہ دلیل عقلی کو پہلے بیان کرتے ہیں۔ اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ دلیل عقلی رتبتاً دلیل سمعی سے مقدم ہوگئی، معاذ اللہ، بلکہ یہ انداز بعض عوارض کی بنا پر ہے۔ مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''قد علم من عادتهٖ (أى عادة صاحب الهداية) أنهٗ صنف كتابهٗ هذا لا يراد الدلائل العقلية دون النقلية، فلذا يكتفي بايرادها كثيرًا ومعه أحاديث مثبتة لمدعاه.'' (تعليق ذب ذباب الدراسات:1 / 75)

''صاحب ہدایہ کی عادت معلوم ہے کہ انھوں نے یہ کتاب دلائلِ عقلیہ کے لیے لکھی ہے، نہ کہ دلائلِ نقلیہ کے لیے، یہی وجہ ہے کہ وہ بسا اوقات صرف دلائلِ عقلیہ پر اکتفا کرتے ہیں، حالانکہ

اس مسئلے میں احادیث بھی ہوتی ہیں۔''

دکتور سائد بکداش کہتے ہیں:

''ومن منهج المرغيناني في الاستدلال في الهداية أنه في مسائل كثيرة يترك الاستدلال للمسئلة بماورد في السنة المرفوعة وآثار الصحابةؓ مع وجود ذٰلك، و يقتصر على الدليل العقلي فقط.'' (مقدمة تحقيق الهداية :1/ 83)

''مرغینانی کا ہدایہ میں ایک منہجِ استدلال یہ بھی ہے کہ وہ بہت سے مسائل میں سنتِ مرفوعہ اور آثارِ صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی انہیں دلیل کے طور پر ذکر نہیں کرتے، بلکہ صرف دلیل عقلی پر کفایت کرتے ہیں۔''

باب الصلاة في الكعبة کے آخری مسئلے میں دلیل عقلی کا پہلے ذکر ہے اور دلیل سمعی کا بعد میں۔

اس پر محشی مفتی ابولبابہؒ کہتے ہیں:

''دليل نقلي أخره ليكون اختتام الكتاب والباب بالصلاة على النبي ﷺ ولأن الدليل العقلي مبني على القاعدة الكلية المستنبطة من النصوص الكثيرة وهى عدم جواز ما فيه ترك تعظيم شعائرالله؛ فإن تعظيم شعائر الله من تقوى القلوب. والحديث مشتمل على مسئلة جزئية، فتقديم ما هو مستنبط من النصوص الكثيرة على نص واحد من الحسن بمكان. فاحكم هٰذا. فإن من لم يفهم هذه النكتة ربما يختلج في قلبه صنيع المصنف في مثل هٰذه المواضع.''

''دلیل نقلی کو مؤخر کیا ہے، تاکہ کتاب اور باب کا اختتام نبی اکرم ﷺ پر درود سے ہو، اور اس لیے بھی کہ دلیل عقلی کی بنیاد قاعدہ کلیہ ہے جو بہت سی نصوص سے مستنبط ہے، اور وہ یہ کہ جس کام میں شعائر اللہ کی تعظیم ترک ہو وہ کام جائز نہیں، کیونکہ شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کے تقویٰ سے ہے، اور حدیث ایک مسئلہ جزئیہ پر مشتمل ہے۔ تو نصوصِ کثیرہ سے مستنبط دلیل کو ایک نص پر مقدم کرنے کا حسن ظاہر ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو، کیونکہ جو یہ نکتہ نہیں سمجھتا، بسا اوقات اس کے دل میں اس طرح کے مواضع میں مصنف کا انداز باعثِ خلجان ہوتا ہے۔

(نیز دیکھیے: احسن التوجیہات، ہدایہ: 1/ 63، 64، مکتبہ بشریٰ، کراچی، ط: 1445ھ)

5 - ہدایہ میں دلیل کے سب مقدمات بسا اوقات مذکور نہیں ہوتے۔ اسی طرح دلیلِ سمعی کی وجہ دلالت علی الحکم بھی بہت دفعہ ذکر نہیں ہوتی۔ گویا پوری دلیل نہیں، بلکہ دلیل کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اب ان

اشارات کو کھولنا اور سب مقدمات ذکر کر کے پوری تقریر کرنا، یہ اہم کام ہے ہدایہ کے سبق میں، مثلاً: ''باب صلاة المسافر'' میں مسافر کے مقیم کی اقتداء کے مسئلے میں فیکون اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة أو القراءة پر حاشیے میں بابرتی کا کلام دیکھیے۔

6- ألا تری کہہ کر توضیح کرتے ہیں۔ اسے دلیل تنویری بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ اس مقام پر آتا ہے جہاں دلیل کا بہت ظاہر ہونا بتانا ہو، مثلاً ''باب الماء'' میں دباغت کے مسئلے میں فرمایا: ''ألا تری أنهٗ ینتفع به حراسةً واصطیادًا'' اس پر عینیؒ کہتے ہیں: ''(ألاتری) کلمة ألابفتح الهمزة وتخفیف اللام للتنبیه والتوضیح.

باب الإمامة میں مسئلہ محاذات میں فرمایا: ألاتری أنهٗ یلزمه الترتیب في المقام. اس پر بابرتی کہتے ہیں: ''ألا تری توضیح لقوله لأن الاشتراك لایثبت دونها.''

7- بعض مسائل استطراداً ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً: ''فصل في البیر'' میں بکری کے کنویں میں پیشاب کرنے کے مسئلے کے تحت تداوی بالمحرم کا ذکر استطراداً آیا ہے۔ اس طرح یہ غیر مظان میں مسئلہ ذکر کرنے کی ایک صورت بن جاتی ہے۔

8- دعویٰ کے جزء پر دلیل لانے کے بعد کل پر دلیل لاتے ہیں، مثلاً ''باب الماء'' میں ''ومطلق الاسم یطلق علی هٰذه المیاه'' پر سعدی آفندیؒ کہتے ہیں: ''الاستدلال علی بعض المدعی، ثم الکل طریقة یسلکها المصنف کثیرا.''

9- اختصار کی وجہ سے مصادر منقول عنہا کا پورا حوالہ نہیں دیتے اور بسا اوقات قائل کا نام بھی اسی غرض سے حذف کر دیتے ہیں۔ اس زمانے میں تدین وتبحرِ علمی کی وجہ سے ایسا کرنا بالکل کافی تھا۔ البتہ ہمارے دور میں ایسا کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

10- مفتی ابولبابہ صاحب کے مقدمہ تعلیق میں 4/اصول اور 10/عادات مذکور ہیں۔ اور مکتبہ بشریٰ کے مقدمہ میں 20/عادات مذکور ہیں۔ انہیں پیش نظر رکھنا چاہیے۔

❺- کتاب کے نسخے

1: ہدایہ کا بہترین نسخہ وہ ہے جو دکتور سائد بکداش کی تحقیق کے ساتھ 7 جلدوں میں مطبوع ہے۔ اس میں 20 سے زائد مخطوطات سے تصحیح کی گئی ہے۔ اس کی پی ڈی ایف آن لائن دستیاب ہے۔ 2: ایک نسخہ عبد السلام عبد الہادی کی تحقیق کے ساتھ 4 جلدوں میں مطبوع ہے۔ 3: ہمارے ہاں زیادہ تر مکتبہ بشریٰ کراچی کا نسخہ رائج ہے۔ اس پر مفتی ابولبابہ صاحب کے مفید حواشی ہیں جن سے حل کتاب میں بہت مدد ملتی ہے۔

❻ ۔شروح وحواشی وتخریجات

ہدایہ پر ہونے والے مختلف نوعیت کے علمی کاموں کی کل تعداد 120 سے اوپر ہے۔ تاہم طبع شدہ شروح کی تعداد بہت کم ہے۔ دس سے کچھ زائد شروح مطبوع ہیں۔ ان اعمالِ علمیہ کی تفصیل مقدمہ سائد بکداش ص:101۔163 پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ان میں سے کم از کم فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، کفایہ، تخریج زیلعی، حاشیہ سعدی، لکھنوی اور سنبھلی کے مطالعے سے چارہ نہیں۔ مخرجین ہدایہ میں عبدالقادر قرشی، علاء الدین ماردینی، جمال الدین زیلعی، بدرالدین عینی، ابن ہمام اور قاسم بن قطلو بغا شامل ہیں۔ ان میں سے یہاں تخریج زیلعی سے متعلق کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔ یہ نصب الراية لأحاديث الهداية کے نام سے مشہور ہے، تاہم بعض اہلِ علم کی تحقیق کے مطابق اس کا اصلی نام تخريج أحاديث الهداية ہے۔ اور نصب الرایۃ حافظ ابن حجرؒ کی تلخیص کا نام ہے۔

تخریجِ زیلعی احادیثِ احکام کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اپنی تصانیف میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اس کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ سب مذاہب کے دلائل پورے انصاف اور اعتدال کے ساتھ یکجا کر دیتے ہیں اور بسا اوقات مخالفین کے دلائل پر کلام کی گنجائش ہونے کے باوجود بھی کلام نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زیلعیؒ حافظِ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مشائخِ صوفیہ میں سے بھی ہیں، جن کے دل رذائل وشہوات سے پاک ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ذرا بھی تعصب نہیں۔ ابن ہمام اور ابن دقیق عید دونوں بھی ایسے ہی منصف اور معتدل مزاج جامع بین الحدیث والفقہ ہیں۔

''قال مولانا أنور شاه الكشميري : الحافظ ما أجاد في تلخيصه كما كان يرجى من براعته في التنقيح والتحرير و علو كعبه في التلخيص، وغادر كثيرا من النقول التي ما كان يحرى تركها.''

(تقدمة البنوري على نصب الراية ، ص:6 - 8، 12)

''امام العصر حضرت کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''حافظ ابن حجرؒ نے زیلعیؒ کی تلخیص عمدہ نہیں کی، جیسے ان کے تنقیح وتحریر کے کمال اور تلخیص کے بلند مرتبے سے امید تھی۔ بہت سی قیمتی نقول چھوڑ دیں جو چھوڑنی نہیں چاہیے تھیں۔''

''وقال : وهٰذا بخلاف الحافظ ابن حجرؒ، فيتطلب دائما مواقع العلل و يتوخى مواضع الوهن من الحنفية. ولايأتي في أبحاثه ما يفيد الحنفية. و يقول شيئًا وهو يعلم خلاف ذٰلك، ولايليق بجلالة قدره ذيل الصنيع.

وحاشاي أن أغض من قدر الحافظ الذي يستحقه. وإنما هي حقائق ناصعة ووقائع ثابتة، يجب على الباحث الناقد أن يعرفها. عفا الله عنه و بدل سيئاته حسنات.'' (مصدرِسابق،ص:8)

''اورفرماتے ہیں: یہ حافظ ابن حجرؒ کے برخلاف ہے کہ وہ ہمیشہ (حنفیہ کے) عیوب کی تلاش میں رہتے ہیں، اوران کی کمزوریوں کے درپے رہتے ہیں، اوراپنی ابحاث میں کوئی ایسی بات نہیں لاتے جس سے حنفیہ کوفائدہ پہنچےاور جانتے بوجھتے اپنے علم کے خلاف بات کرتے ہیں۔ یہ رویہ ان کے بلندرتبے کے لائق نہیں، اورحاشامیں حافظ ابن حجرؒ کے مرتبے میں کمی کروں جس کے وہ مستحق ہیں۔ یہ توثابت شدہ حقائق وواقعات ہیں۔ باحث ناقد پرانہیں جاننالازم ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائیں اوران کی سیئات کوحسنات سے بدل دیں، آمین۔''

''قال الشيخ البنوريؒ : ومن دأبهٖ في كتبهٖ – ولا سيما فتح الباري – أنهٗ يغادر حديثًا في بابهٖ يكون مؤيدًا للحنفية مع علمهٖ، ثم يذكرهٗ في غير مظانهٖ لئلا ينتفع به الحنفية. '' (مصدرسابق،ص:7)

''شیخ بنوریؒ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ کی اپنی کتابوں خصوصاًفتح الباري میں عادت ہے کہ وہ حنفیہ کی مؤیدحدیث کوجانتے ہوئے بھی اس کے باب میں ذکرنہیں کرتے، پھراسے غیرمظان میں ذکرکرتے ہیں، تاکہ اس سے حنفیہ کوفائدہ نہ پہنچے۔'' (مزیدتفصیل کے لیے دیکھیے: ملفوظات محدث کشمیریؒ،ص: 124، 125۔ الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن،ص:244، 245۔ فیض الباری:2/476، 4/129، 130۔ نفحۃ العنبر،ص:64،65)

لہٰذا حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے اس رویے کوبھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

شروح سے متعلق ایک اہم طرز کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلے مصنفین کی عادت ہے کہ وہ کسی اعتراض اوراس کے جواب کے ضعف وقوت کی طرف مخصوص الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ بعض افاضل کا قول ہے کہ لفظ تأمل سے جواب قوی کی طرف، فتأمل سے جواب ضعیف کی طرف اور فليتأمل سے جواب اضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ لفظ لقائل سے سوالِ اقویٰ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس کے جواب میں أقول یا نقول لاتے ہیں۔ فإن قلت سے سوال قوی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس کے جواب میں قلت یا قلنا لاتے ہیں۔ لفظ فإن قيل سے سوال ضعیف کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس کے جواب میں أجيب یا يقال لاتے ہیں۔ لفظ لا يقال سے سوال اضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں لأنا نقول لاتے

ہیں۔ (کلیات ابی البقاء، ص:287، 288)

شارحینِ ہدایہ بھی جا بجا یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں، لہٰذا ان کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ابو البقاء نے اس طرح کی اور اصطلاحات بھی ذکر کی ہیں، فلیراجع۔

❼ - ہدایہ میں حدیث کا حوالہ اور سند کیوں نہیں؟

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''صاحبِ ہدایہ حدیث کے حافظ تھے، اس لیے ان کو حدیث کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی اور اس وقت پتہ کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا تھا کہ حدیث میں آیا ہے، مگر اس زمانہ میں چونکہ تدین نہیں رہا، حوالہ میں صفحہ، سطر سب کچھ لکھنا چاہیے، تاکہ دوسرا دیکھ سکے۔'' (ملفوظات حکیم الامت: 14/123، 124)

مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں:

'' و يدل على كونه محدثا حافظا للحديث كثرة ما أودعهٗ في كتبه لاسيما الهداية من الأحاديث. . . . . كل حديث قال فيه الحافظان غريب لم نجده وجدت الكثير منه – ولله الحمد– في كتاب الخراج للإمام أبي يوسف، وفي كتاب الآثار لهٗ، وفي كتاب الآثار للامام محمد بن الحسن، وفي كتاب الحجج لهٗ رحمة الله عليهما.'' (أبو حنيفة وأصحابه المحدثون، ص:211، 212)

''امام مرغینانیؒ کے محدث، حافظِ حدیث ہونے کی دلیل ان کی کتابوں خصوصاً ہدایہ میں بکثرت احادیث ہونا ہے۔ ... جن حدیثوں کے بارے میں زیلعیؒ اور ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: غریب ہیں، ہمیں نہیں ملیں، الحمد للہ، ان میں سے بہت سی مجھے مل گئی ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' اور ''کتاب الآثار'' میں اور امام محمد بن حسنؒ کی ''کتاب الآثار'' اور ''کتاب الحجج'' میں، رحمۃ اللہ علیہما۔''

مولانا نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط، ملک العلماء کاسانی کی بدائع الصنائع اور شیخ الاسلام مرغینانی کی ہدایہ، کہ ان تینوں کتابوں میں جس قدر احادیث وآثار آئے ہیں وہ اصل میں متقدمین ائمہ احناف ہی کی کتابوں سے منقول ہیں جن کو ان حضرات نے اپنے ائمہ کے اعتماد پر اختصار کے پیشِ نظر بلا ذکر حوالہ وسند درج کر دیا ہے، چنانچہ حافظ قاسم بن قطلو بغا ''منية الألمعي'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

'' إن المتقدمين من علمائنا رحمهم الله كانوا يملون المسائل الفقهية وأدلتها من

الأحاديث النبوية بأسانيدهم كأبي يوسف في كتاب الخراج والأمالي، ومحمد في كتاب الأصل والسير، وكذا الطحاوي والخصاف والرازي والكرخي إلا في المختصرات. ثم جاء من اعتمد كتب المتقدمين وأوردوا لأحاديث في كتب من غير بيان سند ولامخرج، فعكف الناس على هٰذه الكتب.''

ترجمہ: ''ہمارے علمائے متقدمین، اللہ ان پر رحم فرمائے مسائلِ فقہیہ اور ان کے دلائل کا احادیث نبویہ سے اپنی اسانید کے ساتھ املاء کراتے تھے، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ نے ''کتاب الخراج'' اور ''أمالي'' میں اور امام محمدؒ نے ''كتاب الأصل'' اور ''كتاب السير'' میں اور اسی طرح امام طحاوی، خصاف، ابوبکر رازی اور کرخی نے اپنی اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ البتہ مختصرات کی املاء اس سے مستثنیٰ ہے۔ بعد میں وہ حضرات آئے جنہوں نے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا اور ان حدیثوں کو بغیر سند اور حوالہ کے اپنی تصانیف میں درج کیا، پھر لوگ انہی تصانیف پر متوجہ ہو گئے۔''

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے ائمہ کی کتابوں پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا امام بغویؒ اور شاہ ولی اللہؒ کو صحاحِ ستہ پر تھا۔ اور جس طرح امام بغویؒ نے ''مصابيح السنة'' میں اور شاہ ولی اللہؒ نے ''حجة الله البالغة'' میں ان کتابوں کی روایات کو بلا حوالہ وسند درج کر دیا ہے، اسی طرح ان حضرات نے اپنے ائمہ کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے۔ بعد ازاں جب فتنۂ تاتار میں اسلامی دنیا کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور بلادِ عجم سے لے کر دار الخلافہ بغداد تک مسلمانوں کے جتنے علمی مراکز تھے ایک ایک کر کے تباہ و برباد ہو گئے تو متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اس فتنہ میں بالکلیہ معدوم ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ متأخرین حفاظِ حدیث کو جنہوں نے ہدایہ وغیرہ کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ متعدد روایات کے بارے میں تصریح کرنا پڑی کہ یہ روایت ان لفظوں میں ہم کو نہ مل سکی، کیونکہ اربابِ تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ حنفیہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کے بجائے محدثین مابعد کی ان کتابوں میں تلاش کیا جو ان کے عہد میں متداول تھیں۔

اس سے بعض لوگوں کو صاحبِ ہدایہ کے متعلق قلتِ نظر اور ان حدیثوں کے متعلق ضعف کا شبہ ہونے لگا۔ اور تعجب ہے کہ شیخ عبدالحق دہلویؒ بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں، چنانچہ ہدایہ اور اس کے مصنف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں: ..... حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل حدیث میں کم تھا، کیونکہ وہ

خود بہت بڑے محدث اور حافظ الحدیث تھے اور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں، کیونکہ وہ سب اگلے ائمہ کی کتابوں سے منقول ہیں۔ خود ہم نے متعدد روایات کو دیکھا ہے کہ حافظ زیلعیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ مخرجینِ احادیثِ ہدایہ ان کے بارے میں بہ صراحت لکھتے ہیں کہ وہ ان کو نہ مل سکیں، حالانکہ وہ روایات ''کتاب الآثار'' اور ''مبسوط امام محمد'' وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں، خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں، جن کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے یہی تصریح کی ہے، جس کی اصلی وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے۔ ورنہ امام بخاریؒ یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے بے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو۔

علامہ محمود بن سلیمان کفویؒ نے ''کتائب أعلام الأخيار من فقهاء مذهب النعمان المختار'' میں صاحب ہدایہ کے متعلق ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ: ''كان إمامًا فقيهًا حافظًا محدثًا مفسرًا'' اور حافظ قرشیؒ نے ''الجواهر المضية'' میں لکھا ہے:

'' رحل وسمع ولقي المشائخ وجمع لنفسه مشيخة كتبتها وعلقت منها فوائد.''

یعنی ''انہوں نے طلبِ حدیث میں رحلت کی، حدیث کا سماع کیا، مشائخ سے ملے اور اپنا مشیخہ جمع کیا، جس کو میں نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے فوائد کو اخذ کیا ہے۔''

مشیخہ وہ کتاب ہے جس میں مؤلف اپنے شیوخ کے حالات اور ان کی مرویات واجازات کو جمع کرتا ہے۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص:196-198 مع حاشیہ) اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المدخل الى علوم الحديث الشريف، ص:139 - 141، 147۔ فتاویٰ بینات: 2/64 - 78۔ اعلاء السنن: 12/181۔ تدوین فقہ واصول فقہ، ص:127 حاشیہ۔ نظام تعلیم وتربیت: 1/117، 118۔ حادیث احکام اور فقہائے عراق۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدایہ کی جو حدیث متداول کتب حدیث میں نہ ملے، اسے حنفیہ متقدمین کی کتب میں تلاش کرنا چاہیے، چنانچہ حال ہی میں مولانا یوسف شبیر احمد کی کتاب ''العناية في تحقيق الأحاديث الغريبة في الهداية'' شائع ہوئی ہے۔ 2 جلدوں میں ہے۔ اس میں مزید 80 غریب احادیث کی تخریج ہے۔

اور یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ کسی فقہی مذہب کے پیروکار کے لیے حدیث کے ثبوت کا مدار دراصل اس کے امام مجتہدؒ کے قبول کرنے اور دلیل لینے پر ہے۔ دیکھیے: ''كشف الغمة للشعراني'': 1/30، 31، مجموع فتاوى ابن تيمية: 20/238، 239۔ الاقتصاد في التقليد والاجتهاد، ص:55-60،

تعليقات الشروط الأئمة الستة للكوثري، ص:18، ح:2۔ فتح الملهم:1/179۔ المدخل إلى علوم الحديث الشريف، ص:198۔218 مع حاشیہ۔ قواعد فی علوم الحدیث، ص:117۔

❽ - ہدایہ پڑھانے کا طریقہ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''دلائل کے بیان کے وقت جس قدر ممکن ہو، اصولِ فقہ کے قواعد کا اجراء کرایا جائے۔ حلِ کتاب کے لیے عنایہ اور کفایہ کو بنیاد بنایا جائے، اور دلائل کی تفصیل کے لیے فتح القدیر اور بنایہ للعینی سے مدد لی جائے۔'' (درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟ ص:39)

سبق میں سب مقدمات ترتیب سے ذکر کر کے دلیل کی پوری تقریر کرنی چاہیے۔ ظاہریت کی یلغار کو روکنے کے لیے اس وقت کی اہم ضرورت ہے کہ دلیلِ سمعی کا خلاصہ ہدایہ کے سبق میں بتایا جائے۔ دلیل سمعی معلوم کرنے کے لیے کتب کی ایک فہرست ملاحظہ ہو: المدخل إلى علوم الحديث الشريف، ص:181۔ 188۔ ہدایہ سے پہلے اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث اچھی طرح پڑھ لینا چاہیے، تاکہ ہدایہ میں ان کا اجراء ہو سکے۔

ان کے ساتھ ایک اور چیز کا اضافہ ہونا چاہیے، وہ یہ کہ جو باب مکمل ہو، اس کے بارے میں طلبہ کو کچھ سوالات دیے جائیں، جن کے جوابات کتاب اور اس کی شروح وغیرہ کی مدد سے لکھیں، تاکہ انہیں اسلامی قانون کو واقعات پر منطبق کرنے کا سلیقہ آئے۔ اس کے بغیر فقہ پڑھنے کا پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ دیکھیے: ''التلخيصات العشر: ص ح، ناصح الطلبة ملحقہ حقوق العلم: ص102، 103۔ ان امور کی رعایت تب ہی ہو سکتی ہے کہ طلبہ قابل ہوں، استاذ باذوق ہو اور ادارے کا تعاون ہو۔

حضرت نانوتویؒ نے ایک دفعہ حضرت تھانویؒ سے ان کے طالب علمی کے دور میں فرمایا تھا: دیکھو! ایک تو پڑھنا ہوتا ہے اور ایک گننا۔ محض پڑھنا کافی نہیں، گننے کی ضرورت ہے، پھر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک عالم تھے، جنہوں نے ہدایہ کو حفظ کر لیا تھا۔ ان سے ایک دوسرے عالم نے جو ہدایہ کے حافظ تو نہ تھے، لیکن ہدایہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا، ایک مسئلہ کا ذکر کیا۔ حافظ ہدایہ نے پوچھا: یہ مسئلہ کس کتاب میں لکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہدایہ میں۔ انھوں نے کہا: ہدایہ تو مجھے حفظ یاد ہے، اس میں تو کہیں بھی نہیں۔ اس پر غیر حافظِ ہدایہ نے کہا: یہ مسئلہ ہدایہ ہی کا ہے، اگر کتاب ہو تو میں اس میں دکھا سکتا ہوں، چنانچہ کتاب منگائی گئی، اور انہوں نے اس کے اندر ایک عبارت نکال کر دکھائی جس میں وہ مسئلہ بعینہ تو مذکور نہ تھا، لیکن اس سے بہ استنباطِ قریب مستنبط ہوتا تھا، جس کی تقریر کے بعد حافظِ ہدایہ کو ماننا پڑا کہ واقعی یہ ہدایہ ہی کا مسئلہ ہے اور بہت افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ: بس جی

حقیقت میں ہدایہ کو تم ہی نے پڑھا ہے، ہم نے گویا پڑھا ہی نہیں، محض حفظ کر لینے سے کیا ہوتا ہے؟ حضرت نانوتویؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا: بس یہ فرق ہے پڑھنے اور گننے میں۔ (اشرف السوانح: 1/138، 139۔ نیز دیکھیے: ملفوظات حکیم الامت: 15/135، 136)

❾ ۔ہدایہ کا امتحان لینے کا طریقہ

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''میری رائے امتحان کے بارہ میں یہ ہے کہ امتحان تقریری ہونا چاہیے۔ تقریر میں بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے، اور اگر کسی مصلحت سے تحریری ہو بھی تو اس کی لطیف صورت یہ ہے کہ طالب علم کو کتاب دے دی جائے اور اس کے شروح وحواشی جو مانگے سب دے دیے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ فلاں مقام حل کر کے لاؤ، مگر کسی سے مدد مت لو، کیونکہ مقصود تو یہ دیکھنا ہے کہ کتاب جو پڑھی ہے اسے سمجھ بھی گئے؟ یہ دیکھنا نہیں کہ یہ کتاب کا حافظ بھی ہے یا نہیں؟ اس میں طلباء کو بھی سہولت اور امتحان کا مقصود بھی حاصل، اور متعارف طریق میں تو پوری مصیبت ہے ..... نیند خراب، تندرستی خراب، جب تک ساری کتاب حفظ نہ ہو امتحان دے ہی نہیں سکتا۔ ان تجارب کی بنا پر میں جس زمانہ میں کانپور تھا، امتحان کے متعلق نہایت سہل قواعد وضوابط مقرر کیے تھے۔ اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل ہوتی ہے۔ اب اپنا اختیار نہیں، مشورہ ہی کیا تیر چلائے گا؟ چنانچہ مدارس میں جو آج کل امتحان کا طرز ہے کہ ساری کتاب محفوظ ہو تب امتحان دے سکتے ہیں، اس کے متعلق میں نے اہل مدارس کو رائے دی، مگر ایک نے بھی نہیں سنی!'' (ملفوظات حکیم الامت: 4/247)

اس سے واضح ہوا کہ ہدایہ یاد کرانے کے بجائے اچھی طرح سمجھا کر پڑھا دینا اصل مقصود ہے، اور امتحان میں بھی زبانی دلائل پوچھنے کی ضرورت نہیں، پوری عبارت دے کر اس کا حل دریافت کرنا چاہیے۔ یہی درست طریقہ ہے:

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب وبے معید و اوستا

یعنی ''کتاب، معاون اور استاذ کے بغیر اپنے اندر انبیاء کے علوم دیکھو گے۔''

یہ حالت تقویٰ کا ثمرہ ہے جو اہل تقویٰ کی صحبت اور تربیت کے بغیر نہیں آتا۔

❿ ۔هداية اور بدائع الصنائع کا تقابل

امام مرغینانیؒ (م: 593ھ) کے ہم عصر امام کاسانیؒ (م: 587ھ) ہیں۔ بدائع الصنائع ان کی

مشہور ومعروف کتاب ہے۔ ہدایہ اور بدائع دونوں فقہ حنفی کی بنیادی اور مستند کتابیں ہیں۔ ہدایہ کی اہمیت اور فضیلت اوپر معلوم ہوئی۔ بدائع کے بارے میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

''جزئیات تو زیادہ شامی میں ہیں، مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں کہ اس سے مناسبت ہوجائے تو فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔'' (تذکرۃ الخلیل: ص294)

نیز فرمایا:

''واقعی یہ شخص (کاسانی) فقیہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ ہی کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔'' (مصدر سابق)

پھر فرمایا:

''مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتاء آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں، اس سے کام نہیں چلتا اور جواب میں بہت غلطی ہوجاتی ہے، کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ کو دیکھ کر جواب لکھ دیتے ہیں، حالانکہ دوسرے مقام میں اس مسئلہ کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے، جس سے اس واقعہ مسئولہ کا حکم بدل جاتا ہے۔ پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہیے۔ ہمارے حضرت گنگوہیؒ نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے۔'' (مصدر سابق)

حضرت کشمیریؒ ''بدائع'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''كتاب بديع إن طالعه عالم بالغور والإمعان لصار فقيه النفس، وهو أنفع للمدرسين والمؤلفين منه للمفتين.'' (تراجم ستة من فقهاء العالم الإسلامي، ص: 39)

''بدائع بے مثال کتاب ہے، اگر کوئی عالم اسے غور وامعان سے مطالعہ کرے تو فقیہ النفس بن جائے۔ یہ مدرسین اور مؤلفین کے لیے مفتیوں سے زیادہ مفید ہے۔''

بدائع کی عبارت ہدایہ کی نسبت سہل اور واضح ہے۔ اس میں مسائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، اس لیے بدائع مطالعہ کے لیے بہت مفید ہے۔ ہدایہ کے مسائل کی تشریح کے لیے اس سے استفادہ کرنا چاہیے، لیکن درسی کتاب بننے کے لائق ہدایہ ہی ہے، کیونکہ ذہن کی تربیت اسی سے ہوتی ہے۔ نیز بدائع تو مطالعے سے حل ہوجاتی ہے۔ مفتی عبدالشکور ترمذیؒ فرماتے ہیں:

''جو شخص محنت سے سمجھ کر ہدایہ کی چاروں جلدیں پڑھ لے، اس کو فقہ سے خوب مناسبت بلکہ مہارت پیدا ہوجاتی ہے۔'' (حیاتِ ترمذی، ص:127)

هٰذا و رحم الله الفقهاء والعلماء أجمعين، آمين

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....